© rasailojaraid.com

قرآن کے ارشادات کو تاویل سے بدلنا اور قرآن کے ارشادات کی گہرائیوں میں جا کر ان کی معقولیت اور صداقت کے نئے دلائل اور براہین کو دریافت کرنا ان دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ ہماری تحقیق اور تفسیر کا مدعا اوّل الذکر نہیں بلکہ ثانی الذکر ہونا چاہیے۔

جمود خودی کی ایک خصوصیّت ہے

کاش کہ مسلمانوں کو اتباعِ شریعت کا مشورہ دینے کی وجہ سے اقبال کو جمود کا طعنہ دینے والے یہ جانتے کہ جمود بھی زندگی کی ایک خصوصیت ہے جو کمال کی جانب زندگی کی حرکت کے لیے ضروری ہے۔ اسی جمود کی وجہ سے زندگی طبعیاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی قوانینِ قدرت کو غیر مبدل اور لازوال بنانے میں کامیاب ہوئی ہے اور ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ ان پر بھروسہ کر سکیں اور ان سے کام لے سکیں۔ اپنی ہر کامیابی کو جمود سے محفوظ کرنے کے بغیر زندگی اپنی اگلی منزل کی طرف قدم اٹھانے کے لیے آزاد نہ ہو سکتی اور نہ ہی منزل بہ منزل چل کر یہاں تک پہنچ سکتی۔ اور نہ ہی اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ آئندہ جمود سے کام لینے کے بغیر وہ اپنے کمال کو پہنچ سکے گی۔ کاش کہ جدت پر فخر کرنے والوں کو یہ علم ہوتا کہ زندگی حیاتیاتی سطح پر مصروفِ عمل ہو یا نظریاتی سطح پر، اس کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جب وہ مکمل اور مستقل قدر و قیمت کا ایک نمونہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو بار بار اس کا اعادہ کرتی ہے اور اسے موت سے محفوظ رکھتی ہے تاکہ وہ قائم اور موجود رہ کر زندگی کے ارتقائی مقاصد کے لیے کام آ سکے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مکمل اور مستقل قدر و قیمت رکھنے کی وجہ سے وہ اس میں ایسی صلاحیتیں اور خوبیاں پیدا کر دیتی ہے کہ وہ زندہ اور قائم رہتا ہے اور زندگی کے ارتقائی مقاصد کے لیے کام آتا رہتا ہے۔ دراصل زندگی کی خصوصیّت ہی یہ ہے کہ اس جہانِ مکافات میں اُترنے کے بعد خواہ وہ حیاتیاتی سطح پر کارفرما ہو یا نفسیاتی اور انسانی سطح پر، وہ موت کا شکار نہیں ہوتی بلکہ اپنی کامیابیوں کو ان کی اصلی حالت پر قائم رکھ کر موت کا شکار کرتی ہے۔ جب موت زندگی کے مقابلہ پر آتی ہے تو زندگی کی قوت کے سامنے سنبھل نہیں سکتی۔

اتر کر جہانِ مکافات میں
رہی زندگی موت کی گھات میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا جب اُسے سامنا موت کا
کٹھن تھا بڑا تھامنا موت کا

جس طرح حیاتیاتی سطحِ ارتقاء پر زندگی موت پر غالب آنے کے لیے جسمانی توالد کو ایک ذریعہ بناتی ہے اُسی طرح وہ نفسیاتی سطحِ ارتقاء پر موت کو مغلوب کرنے کے لیے نظریاتی توالد کو ایک ذریعہ بناتی ہے لیکن جس طرح سے جسمانی توالد کسی نوعِ حیوانی کے جدِّ اوّل کے جسمانی نمونہ کے مطابق ہی ہوسکتا ہے اُسی طرح سے نظریاتی توالد بھی کسی نظریاتی جماعت کے بانی کے نظریاتی نمونہ کے مطابق ہی ہوسکتا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ رسولؐ اللہ کی زندگی میں تمہارے لیے ایک اچھا نمونہ ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) حضورؐ کی زندگی ہمارے لیے ایک اچھا نمونہ اسی لیے ہے کہ یہی وہ نمونہ ہے جو قائم رہنے والا، آگے جانے والا اور ارتقاء کے مخفی مقاصد کو پورا کرنے والا ہے۔

سچّا اسلام محفوظ ہے

سچّا اسلام وہی ہے جو رحمۃ للعالمینؐ نے اپنے ساتھیوں کو دیا تھا اور جو آپ کی وفات سے پہلے ان کے اعتقاد اور عمل میں محفوظ ہو گیا تھا اور جو اب کسی تبدیلی کے بغیر تواتر اور توارث سے ہم تک پہنچا ہے۔ اگر تاریخ کے کسی نکتہ پر وہ اسلام مٹ گیا تھا اور اس پر کاربند ہونے والا کوئی انسان بھی باقی نہیں رہا تھا تو اب کوئی بڑا سے بڑا ہوشیار اور ماہرِ نظریات مفسر اور مجتہد بھی اسے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا، کیونکہ زندگی ہمیشہ زندگی سے پیدا ہوتی ہے، موت سے کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ تسلسل جس طرح سے ایک نوعِ حیوانی کی بقاء کے لیے ضروری ہے اسی طرح سے ایک نظریاتی جماعت کی زندگی کے لیے بھی ضروری ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی نوعِ حیوانی مثلاً گھوڑے یا اونٹ کی نسل جب مٹ جائے تو کوئی بڑے سے بڑا ماہرِ حیاتیات بھی اسے دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا اسلام کسی وقت مٹ گیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ باربار رونما ہونے والے سخت مشکل حالات کے باوجود مسلمانوں پر ایسا وقت کبھی نہیں آیا جب ان میں ایسے لوگوں کی کمی رہی ہو جو حضور اور آپؐ کے ساتھیوں کے نمونہ کے مطابق زندگی بسر کرتے ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رحمۃ للعلمین کی اُمت کے ایک گروہ کے اعتقاد و عمل کا اپنی اصلی حالت پر تاقیامت موجود رہنا زندگی کی خصوصیات کی بنا پر بھی یقینی اور ضروری تھا۔ لیکن اس کی تائید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور پیشگوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کا ایک فرقہ تاقیامت حق پر موجود رہے گا۔ اور وہ وہی ہو گا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے اعتقادات اور اعمال کے نمونہ کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔

شریعت کی پوری پابندی خودی کی ضرورت ہے

غرض خودی کی فطرت کے تمام حقائق ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں کہ اگر مسلمان اس کائنات میں اپنا وہ مقام پانا چاہتے ہیں جو خدا نے ان کے نظریۂ حیات کی کاملیت کی بنا پر ان کے لیے مقدّر کیا ہے تو ان کو چاہیے کہ اپنے بزرگوں کی طرح خدا کی محبت کو اپنے تمام اعمال کا سرچشمہ بنائیں۔ اور اس غرض کے لیے رسولؐ کی عملی زندگی کے نمونہ کو اپنا راہنما قرار دیں۔

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفےٰ رو

زندگی کی خصوصیات کی بنا پر رحمۃ للعلمین کی مکمل عاشقانہ اطاعت کی جو اہمیت ثابت ہوتی ہے اسی کے پیشِ نظر اقبال وردِ کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے ارکانِ اسلام کی پابندی پر زور دیتا ہے۔

لا الٰہ باشد صدف، گوہر نماز ‌‌ ‌ قلبِ مسلم را حجِ اصغر نماز
در کفِ مسلم مثالِ خنجر است ‌ ‌ قاتلِ فحشا و بغی و منکر است
روزہ بر جوع و عطش شبخوں زند ‌ ‌ خیبرِ تن پروری را بشکند
مومناں را فطرت افروز است حج ‌ ‌ ہجرت آموز و وطن سوز است حج
طاعتے سرمایۂ جمعیتے ‌ ‌ ربطِ اوراقِ کتابِ ملّتے
حُبِّ دولت را فنا سازد زکوٰۃ ‌ ‌ ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
دل ز حتّٰی تنفقوا محکم کند ‌ ‌ زر فزاید الفتِ زر کم کند
ایں ہمہ اسبابِ استحکامِ تست ‌ ‌ پختہ محکم اگر اسلامِ تست

صالحینِ سلف کے مسلک کی تقلید کا فائدہ یہ ہو گا کہ مسلمانوں کے اعتقاد و عمل کا اضمحلال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دور ہوگا اور ان میں خیالات کی ہم آہنگی اور عمل کی یک جہتی پیدا ہوگی۔

مضمحل گردد چو تقویمِ حیات
ملّت از تقلید مے گیرد ثبات
راہِ آبا رَو کہ ایں جمعیّت است
معنیِ تقلید ضبطِ ملّت است

اے پریشاں محفلِ دیرینہ ات
مُرد شمعِ زندگی در سینہ ات
نقش بر دل معنیِ توحید کن
چارۂ کارِ خود از تقلید کن

عالمانِ کم نظر کا خطرناک اجتہاد

اعتقاد و عمل کے انحطاط کے زمانہ میں بے بصیرت اور کم نظر عالمانِ دین کا اجتہاد غلط نظریات و تصوّرات کو تقویت پہنچاتا ہے اور قوم کے اعتقاد اور عمل کو اور مضمحل کرتا ہے۔ اپنے ایمان اور عمل کی حفاظت کے لیے اس اجتہاد سے تو یہ بہتر ہے کہ ان بزرگوں کی پیروی کی جائے جو رحلت کر چکے ہیں۔

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط
قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر
اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر
عقلِ آبایت ہوس فرسودہ نیست
کارِ پاکاں از غرض آلودہ نیست
فکرِ شاں ریسد ہمے باریک تر
وَرعِ شاں با مصطفےٰ نزدیک تر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس زمانہ میں جو مسلمان اجتہاد کے طلب گار ہیں ان کا مقصد در اصل یہ ہے کہ قرآن کی تاویل سے اسلام کو بدل کر اسے اُن جدید مغربی غیر اسلامی نظریات یا اصنامِ فرنگی کے مطابق کر دیں جو ان کو اپنی نادانی کی وجہ سے پسند ہیں اور اس طرح سے گویا ایک نئی شریعت وجود میں لائیں لیکن ظاہر ہے کہ دوسرے مسلمان اس خطرناک ہمّت آزمائی میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ البتہ اس قسم کا اجتہاد کر کے وہ خود ہی اس پر بلا روک ٹوک عمل کریں۔ حرّیتِ افکار کے اس زمانہ میں یہ ان کا پیدائشی اور خداداد حق ہے، جس سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا۔

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حرّیتِ افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبہ کو آتشکدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد!
قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد!

ایسے مصلحینِ اسلام کے متعلق اقبال لکھتا ہے:-

"ہمارے مذہبی اور سیاسی مصلحین سے خطرہ ہے کہ اگر ان کے نوجوانانہ جوشِ تجدّد پر کوئی پابندی عائد نہ کی گئی تو وہ اصلاح کی صحیح حدود سے تجاوز کر جائیں گے:

ایک جگہ وہ لکھتا ہے:-

"میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبہ کو بنظرِ استحسان دیکھتا ہوں کہ انہوں نے نئے دستور میں مذہبی مصلحین کے خلاف تحفظات مانگے ہیں اور سچ بات تو یہ ہے کہ یہ مطالبہ سب سے پہلے مسلمانوں کی طرف سے پیش ہونا چاہیے تھا"

("اقبال کی تقریریں اور بیانات" شملو، ۱۹۴۸ء، صفحہ ۹۸)

"ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ اسلام میں تجدّد کا ظہور تاریخ اسلام کا نازک ترین دَور ہے۔ تجدّد کے اندر اس بات کا رجحان موجود ہے کہ وہ ایک طرح کا اضمحلال ثابت ہو۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصطفےٰ کمال پر نکتہ چینی

اقبال کو مصطفےٰ کمال کی نام نہاد اصلاحات بجا طور پر سخت ناپسند تھیں کہتے ہیں کہ جب ایک سربرآوردہ ہندی مسلمان نے مصطفےٰ کمال سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے کہ خلافت کے اعزاز کو خود بخود چھوڑ دیا ہے، اپنی ریاست کو لادینی بنا دیا ہے، عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط اختیار کر لیا ہے اور پردہ ہٹا دیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ "ہم یورپ کی عیسائی قوموں کے قریب رہتے ہیں۔ وہ ہمارے دشمن اسی لیے تھے کہ ہماری ریاست اسلامی ہے اور ہم قبائے خلافت پہن کر دنیائے اسلام کی قیادت کر رہے تھے۔ ہم نے مذہبی ریاست کی علامات کو دُور کر دیا ہے اور یورپین اقوام کے طور طریقوں کو اختیار کر لیا ہے تاکہ یہ لوگ ہمیں ترقی یافتہ سمجھیں اور ہماری مخالفت سے درگزر کریں۔" اقبال نے اس پر بڑے افسوس سے لکھا کہ تعجب ہے کہ وہ ترک قوم جن کا مقام مسلمان ہونے کی وجہ سے بلندی میں ستاروں سے بھی زیادہ قریب ہے، اس بات پر فخر محسوس کر رہے ہیں کہ وہ پستی میں ڈوبی ہوئی راہ گم کردہ عیسائی قوموں کے ہمسائے ہیں۔

سنا ہے میں نے سخن رس ہے ترک عثمانی
سنائے کون اسے اقبال کا یہ شعرِ غریب!
سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب!

بھلا وہ فرنگی تہذیب جو خود بے دین اور بے خدا ہونے کی وجہ سے قبر کے کنارے تک پہنچ چکی ہے دنیائے اسلام کو زندہ کیسے کر سکتی ہے۔

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیّت کہ جو ہے خود لبِ گور!

مصطفےٰ کمال نے لادینی اور لاطینی کو اپنی قوم کی حفاظت کے لیے ضروری سمجھا۔ افسوس کیسی الجھن میں پڑ گیا۔ اسے معلوم نہیں کہ ناتوانوں کا علاج خدا پر بھروسہ کرنا اور خدا سے مدد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مانگتا ہے جس کی طرف خدا ہو گا وہی غالب رہے گا کیونکہ خدا سب پر غالب ہے۔

لادینی و لاطینی ! کس پیچ میں اُلجھا تو !
دارو ہے ضعیفوں کا لَاغَالِبَ اِلَّا هُوَ

"جاوید نامہ" میں اقبال مصطفےٰ کمال پر اور بھی چبھتا ہوا اعتراض کرتا ہے مصطفےٰ جو تجدّد کا راگ الاپتا رہا ہے، کہتا تھا کہ پُرانی باتوں کو مٹا دینا چاہیے۔ لیکن اگر کعبہ میں فرنگی بُت رکھ دیئے جائیں تو اس سے کعبہ کا سامان نیا نہیں ہو جاتا۔ ترکوں نے اپنی تجدّد پسندی سے آخر کون سی نئی بات پیدا کی ہے۔ جن چیزوں کو وہ دنیا کہتے ہیں، وہ وہی افرنگیوں کی پُرانی اور پامال چیزیں ہی تھیں۔

مصطفےٰ کو از تجدّد مے سرود — گفت نقشِ کہنہ را باید زدود
نو نگردد کعبہ را رختِ حیات — گر ز افرنگ آیدش لات و منات
تُرک را آہنگِ نو در چنگ نیست — تازہ اش جز کہنۂ افرنگ نیست

خلافت سے دستبردار ہو جانا مصطفےٰ کمال کی دُور اندیشی نہیں تھی۔ بعض غیر مسلم قومیں تو اپنی عیّاری سے بلا استحقاق مسلمانوں کی قیادت اور سرپرستی کا دعویٰ کرتی ہیں اور اپنی سیاسی اغراض کی بنا پر چاہتی ہیں کہ مسلمان ان کا یہ دعویٰ قبول کر لیں۔ اِدھر ترکوں کا یہ حال ہے کہ مسلمان ان کو اپنی سیادت اور قیادت باصرار سونپتے ہیں اور وہ انکار کرتے ہیں۔

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیّاری بھی دیکھ

پنڈت نہرو کے جواب میں اقبال نے لکھا :-

"سوئٹزرلینڈ کے قانون کو جس میں وراثت کا قانون بھی شامل ہے اختیار کرنا یقیناً ایک شدید غلطی ہے جو نوجوانوں کے اصلاحی جوش و خروش سے پیدا ہوئی ہے۔"

(تقاریر و بیانات صفحہ ۱۳۶)

اسی طرح سے ترکیہ کے اس قانون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس کی رُو سے اذان اور قرآن کا ترکی زبان میں پڑھنا ضروری ہے، اقبال لکھتا ہے :-

"ذاتی طور پر میں اس فیصلہ کو ایک شدید غلطی قرار دیتا ہوں۔" (تقاریر بیانات صفحہ ۱۳۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضربِ کلیم میں اقبال صاف طور پر بتاتا ہے کہ مصطفےٰ کمال کی اصلاحات اہلِ مشرق کے لیے کوئی قابلِ تقلید مثال نہیں ہیں۔ اسی طرح سے رضا شاہ پہلوی کی مثال بھی اہلِ مشرق کی آرزوؤں کی تشفی نہیں کر سکتی۔

مری نوا سے گریبانِ لالہ چاک ہوا
نسیمِ صبحِ چمن کی تلاش میں ہے ابھی
نہ مصطفےٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی!

طالبانِ علمِ دین کے لیے وقیع تحفہ!

مولانا حمید الدین فراہیؒ کی دو معرکۃ الآرا تصانیف:

(۱) اقسام القرآن

(عمدہ دبیز کاغذ ۲۲×۲۹/۸ سائز کے ۶۴ صفحات)

(۲) ذبیح کون ہے؟

(عمدہ دبیز کاغذ بڑے سائز کے ۸۸ صفحات)

ہمارے مکتبے میں محدود تعداد میں دستیاب ہیں

اِن موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے علم دوست حضرات

یہ دونوں رسائل **بلا قیمت** صرف ڈاک خرچ بھیج کر

ہمارے ادارے سے حاصل کر سکتے ہیں۔

نوٹ: بذریعہ بک پوسٹ رسائل منگوانے پر ۲/- روپے اور رجسٹرڈ بک پوسٹ کی صورت میں ۹/- روپے کے ڈاک ٹکٹ روانہ کیجیے۔

ملنے کا پتہ، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لغات واعراب قرآن (۲۰)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۱۵)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۱۵

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڰ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⓴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲ : ۱۵ : ۱ اللغه

۲ : ۱۵ : ۱ (۱) [یَکَادُ] کا مادہ "ک و د" اور وزن اصلی "یَفْعَلُ" ہے۔ اس کی اصلی شکل "یَکْوَدُ" تھی جس میں حرف علت (و) کی حرکت (ـَـ) اس کے ماقبل حرف صحیح (ک) کو دی جاتی ہے اور پھر یہ (و) اپنے سے ماقبل کی حرکت فتحہ (ـَـ) کے موافق حرف (الف) میں بدل کر لکھی اور بولی جاتی ہے۔ تعلیل کے بعد اب اس کا وزن "یَفَالُ" رہ گیا ہے۔

اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "کادَ یکُوْدُ کَوْدًا" (باب نصر سے) بمعنیٰ "مَنَعَ" (روکنا) آتا ہے۔ تاہم اس باب سے اس فعل کا کوئی صیغہ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا ۔۔۔ زیادہ تر یہ باب سَمِعَ سے "کاد یکاد کَوْدًا" (دراصل کَوِدَ یَکْوَدُ) آتا ہے اور یہ افعالِ مقاربہ میں سے ہے۔ یعنی یہ ایک طرح کا فعل ناقص ہے جس کا "اسم" مرفوع اور "خبر" ہمیشہ کوئی فعل مضارع مرفوع (یا کبھی کبھار منصوب "بأَن") ہوتا ہے۔ اور یہ کسی فعل کے ہونے یا نہ ہونے کے بس قریب ہی آلگنے کا پتہ دیتا ہے اور اس کے استعمال کے کچھ مقرر قواعد ہیں[۱]۔ اور خود یہ فعل (کاد) ماضی مضارع مثبت منفی ہر طرح کے معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً "کاد یفعَلُ" (وہ کرنے ہی لگا تھا) یا "یکادُ یفعَلُ" (وہ کرنے ہی لگا ہے)، "مَا کاد یفعل" (لگتا نہیں تھا کہ کرے گا) اور "اَن" لگا کر اسے "کاد یا مَا کادَ أن یفعَلَ" بھی کہہ سکتے ہیں تاہم قرآنِ کریم میں یہ (أنْ والا) استعمال کہیں نہیں آیا۔ یہاں آیت زیرِ مطالعہ میں "یکاد" کی خبر "یخطَفُ" ہے جس کے معنی پر ابھی بات ہوگی۔

● کبھی یہ فعل (کاد) "اَرادَ" (ارادہ کرنا) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مگر جس فعل (کام) کا ارادہ ہو اس کا بھی فعل مضارع ہی اس (کاد یکاد) کے ساتھ اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسا کہ بطور فعل مقارب (اس کے ساتھ

---

[۱] جو اگر مستحضر (یاد) نہ ہوں تو نحو کی کسی کتاب سے "افعال مقاربۃ" کے بیان میں دیکھ لیجئے۔

© rasailojaraid.com